ہماری نظر میں!

حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

تالیف :۔ محمد ابوزہرہ پروفیسر فواد یونیورسٹی، ترجمہ :۔ سید رئیس احمد جعفری
مقدمہ :۔ غلام رسول مہر، تنقیح، تحقیق، اضافہ ـــــ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
ضخامت ۹۰۶ صفحات (مجلد) رنگین سرورق۔ قیمت :۔ اکیس روپے
ملنے کا پتہ :۔ المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

علامہ احمد تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام اور کام آفتاب کی طرح روشن ہے، اُن کی ذات نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری علمی دُنیا کے لئے باعثِ فخر و ناز ہے! اسلامی تاریخ کی امام موصوف بلاشبہ بہت بڑی شخصیت ہیں، اس ذہانت، فکر و بصیرت علم و تبحر اور کردار و تقویٰ کے لوگ دنیا میں صدیوں کے بعد کہیں پیدا ہوتے ہیں! علامہ ابن تیمیہ تفسیر و حدیث اور فقہ و کلام کے اکابر اور ائمہ میں اس حیثیت سے اور زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں کہ وہ اہلِ قلم ہی نہیں "صاحبِ سیف" بھی تھے!

علامہ ابن تیمیہ نے اپنے زمانہ کے بہت سے علماء اور شیوخ سے علمی استفادہ کیا، مگر انھوں نے ایسی چیزیں بھی دنیا کے سامنے پیش کیں جن سے اُن کے اساتذہ بھی آشنا نہ تھے! امام موصوف کے ایک معاصر (علامہ کمال زملکانیؒ) نے، اُن کی خدمت میں ان لفظوں میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے

"اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کے لئے علوم کو اس طرح کر دیا تھا، جیسے حضرت داؤد علیہ السّلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا"۔

ابن دقیق العید بہت بڑے محدث گزرے ہیں، دینی علوم میں اُن کی شخصیت "اتھارٹی" سمجھی جاتی تھی، انھوں نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا :۔

"یہ ایسا شخص میری نظر سے گزرا ہے، کہ سارے علوم ہاتھ باندھے اُس کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، علم کے خزانۂ عامرہ میں سے جسے چاہتا ہے، ہاتھ بڑھا کر اٹھا لیتا ہے، اور جسے چاہے رد کر دیتا ہے"۔

امام ذہبی نے امام ابن تیمیہؒ کو ایسے سمندر سے تشبیہ دی، جس کا ساحل نہیں، اور ایسا خزانہ کہا، جس کی کوئی نظیر نہیں۔

ہندوستان کے مسلمان چونکہ تصوف اور تقلید جامد سے بہت زیادہ متاثر رہے ہیں، اس لئے امام ابن تیمیہ سے وہ عام طور پر متعارف نہیں ہے، اُردو ادب میں سب سے پہلے اُن کا ذکر علامہ شبلی نعمانی نے کیا اور اُس کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں نے امام موصوف کو ہندوستان میں روشناس کرایا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے رسالہ "ترجمان القرآن" میں بھی ابن تیمیہؒ کا مختلف عنوانات سے نام اور ذکر آتا رہا ہے! امام ابن تیمیہ پر اُردو ادب میں سب سے زیادہ مفصل کتاب مولانا محمد یوسف کوکن عمری کی ہے، جسے انھوں نے سنہ ۱۹۳۶ء میں لکھنا شروع کیا اور سنہ ۱۹۵۱ء میں وہ چھپ کر منظرِ عام پر آئی! مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب بھی امام موصوف کی سیرت پر بہت خوب اور اپنے رنگ میں منفرد ہے!

اُردو میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابوں اور رسالوں کے اب تک ترجمے ہو چکے ہیں! سب سے زیادہ کتابیں مولانا عبدالرزاق

ملیح آبادی مرحوم نے ترجمہ کی ہیں! اور ان کوششوں کی بدولت پاکستان اور ہندوستان کے علمی اور دینی حلقوں میں آج کل امام ابن تیمیہ کے افکار گونج رہے ہیں! اہلِ حدیث کے نزدیک تو ابن تیمیہؒ کا قریب قریب وہی مرتبہ ہے جو احناف کے یہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے! اب رہے دوسرے دینی اور علمی حلقے تو جو لوگ دیوبند سے متاثر ہیں اُن کے یہاں ابن تیمیہ اتنے مقبول، متعارف اور محترم نہیں ہیں جتنے ندوہ اور جماعتِ اسلامی کے متاثرین کے یہاں ہیں!

یہ اپنے اپنے ذوق وطبیعت کی بات ہے

مولانا محمد ابوزہرہ فواد یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، اور اس دورِ تشکیک والحاد اور خاص طور سے مصر کے ماحولِ تجدد وآزاد خیالی میں اُن کی ذات ایمان ویقین اور دینی علوم اور ایمانی فراست وبصیرت کا روشن مینار رہے، موصوف متعدد علمی ودینی بلند پایہ کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں جن میں سے بعض کتابیں اُردو میں بھی منتقل ہو چکی ہیں! اُن کی اس کتاب (حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) کا ترجمہ مشہور ادیب جناب رئیس احمد جعفری نے کیا ہے، جو زود نویسی میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اُن کے قلم نے اُردو زبان کو بہت کچھ سرمایہ اور ثروت عطا کی ہے، جس میں وہ روزاد اضافہ کرتے رہتے ہیں۔

"حیات امام ابن تیمیہؒ" کا ترجمہ نہ صرف رواں اور شستہ ہے بلکہ اُس میں ادبیت پائی جاتی ہے، فاضل مترجم نے پوری کوشش کی ہے کہ عربی نثر کا زورِ بیان اُردو میں منتقل ہو جائے! اس کتاب کے بعض مقامات بہت زیادہ دقیق، فنی، علمی اور فلسفیانہ ہیں مگر مترجم کی ذہانت اور علمی تبحر نے ان نزاکتوں اور باریکیوں کو بھی ترجمہ میں بڑی حد تک منتقل کر دیا ہے ـــ کتاب پڑھتے میں کہیں کہیں کھٹک بھی محسوس ہوئی:۔

"لیکن ابن تیمیہؒ کی ایک ذات، مجمع علوم وفنون، منبع حرب وپیکار، اور ذخیرۂ گفتار وکردار تھی۔" (صفحہ ۲۹) ـــ "منبع حرب وپیکار" نامانوس قسم کی ترکیب ہے! ـــ "اس مذہب نے مشرق کی طرح مغرب (بلاد اندلس وغیرہ) میں بھی اپنی جگہ بنائی ہوئی تھی" (ص۶۱) "اپنی جگہ بنائی ہوئی تھی" اہل زبان اس طرح نہ بولتے ہیں اور نہ لکھتے ہیں ـــ "اس جگرے کا آدمی نہیں دیکھا" (ص۷۱) ایسے موقعوں پر "جگرے" نہیں "دل گردے" بولتے ہیں! ـــ "تلوار وسنان" (ص۸۲) اُردو اور فارسی وعربی الفاظ کے درمیان اضافت نہیں آتی۔

"لیکن انھوں نے وعظ مجرد سے کام نہیں لیا۔ بلکہ جہاد کی دعوت دی (ص۸۳)

"وعظِ مجرد" کے مفہوم کو یوں ادا کرنا چاہیے تھا۔

"انھوں نے صرف وعظ وتقریر ہی تک اپنی کوششوں کو محدود نہیں رکھا، بلکہ..."

"... چند صفحے لکھیں، اُن پر ایک نظر ڈالی اور پھر منہ زبانی فرفر سنا دیا۔" (صفحہ ۱۸۹)

"زبانی" لکھنا تھا۔ "منہ زبانی" فصحا کی زبان نہیں ہے، ہاں! "منہ زبانی" اُردو میں "ہم زبانی" اور رو در رو گفتگو کے معنی میں بولتے ہیں، داغ کا شعر ہے:ـ

نامہ بر نے خط کے ساتھ پیام
منہ زبانی کا مزہ جاتا رہا

"چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ فکری گروہ بندی اور انتشار سیاسی میں گہرا ربط ہے۔" (ص۱۳۷)

"انتشار سیاسی" کی ترکیب اُردو ذوق کے لئے غریب ونامانوس ہے، مولانا ابوالکلام آزاد جو اُردو زبان وادب میں اس طرز نگارش کے موجد ہیں انھوں نے آگے چل کر خود اپنے اس طرز کو سہل وآسان بنا دیا تھا۔ "الہلال" کا "مغرب" آزاد "غبار خاطر" میں کس قدر "موحد" ہو گیا ہے۔

"معتزلہ کے ہی اختلاف کثیر اور تعدد طوائف کا سبب ہے۔" (ص۲۳۶) "تعدد طوائف" ثقیل ترکیب ہے، پھر

؎ یہ کتاب کا ترجمہ نہیں، مترجم کی اپنی لکھی ہوئی عبارت بعنوان "تقدیم" سے!

اُردو میں جو "طوائف" کا مفہوم لیا جاتا ہے، اس کے سبب اس ترکیب میں ذم بھی پیدا ہو گیا ہے ——— "مذہبی صرف شریعت کی طرف دعوت کا مدار بنایا۔ (ص ۲۹۹) حیرت ہے کہ رئیس احمد جعفری جیسا پختہ مشق ادیب بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی "مذہبی" نہ لگا ——— "بلاد کی بجائے" میلادوں "بلاد کے مفہوم میں" مذہبی "اور غیظ کا املا" غیض "یہ اس دور کی زبان و ادب کی لغزشیں ہیں جن میں صاحب ذوق رکھنے والے محتاط ادیبوں کو مبتلا نہیں ہونا چاہیے!

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، وہیں حکمت کے ماتحت جس کا علم خود اسی کو ہے، اور یہ حکمت انتشار کی علت نہیں ہے (ص ۲۸۹)

"ماتحت" کی جگہ "کے ساتھ" لکھتے یا کوئی دوسرا موزوں لفظ لاتے تو اچھا تھا ——— "کیونکہ حلف بالقرب الٰہی کے لئے ہوتی ہے ۔۔۔" (ص ۴۳۷)

"قسم" بلا شک مونث ہے مگر "حلف" مذکر ہے، امیر اللہ تسلیم کا شعر ہے ؎

ناصح! خیال مصحفِ عارض کا چھوڑ دوں
اس پہ حلف تو مجھ سے اٹھایا نہ جائے گا

"نزاع و جھگڑا پیدا ہو جاتے ہیں" (ص [illegible]) "واو عطف" کا غلط استعمال جو لکھے پڑھے لوگوں کو کسی عنوان زیب نہیں دیتا ——— "یہ کہنا آسان نہیں کہ ان میں آلات اجتہاد کی کچھ کمی تھی" "آلات" کی جگہ "صفاتِ اجتہاد" یا "شرائطِ اجتہاد" جیسی کوئی ترکیب لائی جاتی ——— "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معتدہ (وہ عورت جو ابھی عدت میں ہو) سے خطبہ کرنے کو منع فرمایا ہے" جس طرح "معتدہ" کے معنی قوسین میں لکھ دیئے گئے ہیں اسی طرح "خطبہ" کے بعد بریکٹ میں "منگنی" لکھ دینا چاہیے تھا۔

"ان کتابوں میں فلسفہ کی گہرائی بھی ہے اور جمال فنی بھی" (ص ۴۶۶) "جمال فنی" ——— یہ ترکیب بھلی نہیں لگتی ——— "حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ــــ ــــ ــــ ابن کثیر سے شہرت رکھتے ہیں۔ (ص ۴۶۹) ایسے موقعوں پر "سے" نہیں بولتے! ——— "بعض مدارس کی مشیخت کے عہدہ پر فائز ہیں" (ص ۴۸۲) "مشیخت" کی جگہ "صدارت" یا ہم معنی و مفہوم کا کوئی دوسرا لفظ لکھنا تھا ——— "مشیخت" تو اُردو میں "شیخی" اور "گھمنڈ" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ——— "گو ان کے کسی کلام میں وہم پڑتا ہو" (صفحہ ۴۴۴) "وہم پڑتا ہو" اس جملہ میں وجدان کو کھٹکتا ہے!

ترجمہ میں دو تین مقامات پر "گوئندے" نظر آیا، جو غالباً "ترجمان" یا "جاسوس" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اُردو جاننے والوں کے لئے یہ لفظ اجنبی اور غریب ہے۔

اس کتاب کا مقدمہ جناب غلام رسول مہر نے لکھا ہے، اور کتاب کی تنقیح، تحقیق اور اس پر اضافہ جناب مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے فرمایا ہے! مولانا موصوف نے کئی سال اس کتاب کی تحقیق و تنقیح میں صرف کئے ہیں اور حاشیہ میں کتابوں اور شخصیتوں کے ناموں کی ضروری تفصیل درج کر دی ہے، اس مقصد کے لئے انہیں دس بیس نہیں سینکڑوں کتابیں پڑھنی بلکہ کھنگالنی پڑی ہیں!

ان کی تحقیق و اضافہ کے چند نمونے:—

— علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد، حنفیت میں پختہ محقق، ابن الہمام سے شہرت ہے، علوم عقلیہ کے مسلم ماہر، بقول حافظ سخاوی، حدیث میں درک کم تھا۔ وفات ۸۶۱ھ (الضوء اللامع ص ۱۲۷ ج ۸ — الفوائد البہیہ ص ۱۸۰)

— اس مدرسہ (کتاب خانہ دار العلوم) کے متعلق مقریزی لکھتے ہیں — بنی الکامل هذه الدار ووقفها علی المشتغلین بالحدیث النبوی ثم من بعدهم علی الفقهاء الشافعیة۔

— مقالات الاسلامیین از امام اشعری ص ۴۲، ۲۲۰ — طبع جدید مصر، لیکن ہمارے سامنے جو نسخہ ہے

اس میں جیلانی کی بجائے نظام کا یہ قول ہے۔

• ۔۔۔ (العقیدۃ والواسطیہ) واسط شہر کی طرف منسوب کیوں کہ یہ رسالہ واسط سے آئے ہوئے ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا، جس کی روداد خود امام صاحبؒ کی زبان سے العقود (ص ۲۱۰ ۔ ۲۱۱) میں ہے۔

• ۔۔۔ کتاب الابانہ امام اشعری کی آخری تصنیف ہے، جس پر اشاعرہ کو بہت اعتماد ہے، امام اشعری پر معترضین کے دفاع میں اسی کتاب کو پیش کیا جاتا تھا، ملاحظہ ہو فتویٰ حمویۃ الامام ابن تیمیہؒ بہ ضمن مجموعہ رسائل کبریٰ ص ۴۴۸، ج ۱ شذرات ص ۲۰۳۔

مشہور عالمی سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں ایک عجیب بات لکھ دی تھی ۔۔۔ کہ

کنت اذ ذاک بدمشق فحضرته یوم الجمعۃ وھو یعظ الناس علی منبر الجامع ویذکرھم فکان من جملۃ کلامہ ان قال ان اللہ ینزل من السماء الدنیا کنزولی ھذا ونزل درجۃ من درج المنبر۔

جن دنوں میں دمشق میں تھا، جمعہ کے دن وہاں کی جامع مسجد میں گیا تو ابن تیمیہ منبر پر وعظ کہہ رہے تھے، دوران وعظ یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر (رات کے آخری حصے میں) اترتا ہے، پھر منبر کی سیڑھی سے ایک سیڑھی نیچے اتر کر کہا کہ یوں اترتا ہے جیسے میں اترا ہوں۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے تحقیق کے بعد دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابن بطوطہ نے امام ابن تیمیہ کے دشمنوں کی زبانی یہ سنا سنایا افسانہ لکھ دیا ہے، ابن بطوطہ جب دمشق پہونچا ہے، تو ان دنوں ابن تیمیہؒ قلعہ دمشق میں محبوس تھے، اس واقعہ کی کوئی اصلیت نہیں ہے ۔۔۔ مولانا موصوف نے جگہ جگہ حواشی میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و افکار کی مدافعت بلکہ تائید و حمایت بھی کی ہے، اور مصنف کی بعض غلط فہمیوں کے ازالہ کی بھی سعی فرمائی ہے! ایک جگہ مولانا ابو زہرہ لکھتے ہیں :۔

"کیا یہاں پہونچ کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبقریت کا احساس اور زیادہ قوی نہیں ہو جاتا۔۔۔"

اس پر مولانا بھوجیانی گرفت فرماتے ہیں :۔

"بعض مصری اہل قلم، مستشرقین کی دیکھا دیکھی اس لفظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بول دیتے ہیں۔ لیکن آپؐ پر "عبقری" کا اطلاق مناسب نہیں۔۔۔"

مولانا موصوف کی گرفت واجبی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے "ادیب" "ذہن" "نابغہ" "سیاست دان" "مدبر" جیسے القاب اور ناموں کی نسبت کسی طرح مناسب نہیں!

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے علامہ ابن تیمیہؒ کی تصانیف کی فہرست بھی مرتب کی ہے! ایک تو اصل کتاب ہی اپنی جگہ علم و تحقیق کا شاہکار ہے، مولانا حنیف بھوجیانی کی تنقیح، تحقیق اور اضافہ نے کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے! اس کو کہتے ہیں سونے پر سہاگا!

پروفیسر محمد ابو زہرہ نے علامہ ابن تیمیہؒ کے حالات اور علمی کارناموں کو جس تحقیق اور تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، وہ انہی کا حصہ ہے! پوری کتاب دلچسپ اور معلومات آفریں ہے، اس کے مطالعہ سے دل و دماغ کو روشنی ملتی ہے۔

اس کتاب کے چند نمایاں عنوانات

ابن تیمیہؒ کی مسند درس ـــ محراب علم سے میدان قتال کی طرف ـــ عہد ابن تیمیہؒ کے سیاسی حالات ـــ عہد ابن تیمیہؒ کے مباحث کا علمیہ کا انداز ـــ مسلمانوں کے اعتقادی فرقے ـــ تصوف امام ابن تیمیہؒ کے عہد میں ـــ امام صاحب کی فقہ اور اُن کے افکار و آراء ـــ آیات متشابہات اور ان کی تاویل ـــ مختارات ابن تیمیہؒ ـــ اصول اجتہاد ابن تیمیہؒ ـــ امام ابن تیمیہؒ کے رسائل و کتب ۔۔۔۔۔۔!

ارسطو کے منطقی مباحث ہوں کہ امام غزالی کے فلسفیانہ افکار، ابن عربی کا تصوف ہو یا اشاعرہ و معتزلہ کا علم کلام، امام ابن تیمیہ کو جہاں کہیں بھی حق سے انحراف نظر آتا ہے وہ خاموش نہیں رہ سکتے، وہ پوری قوت اور شدت کے ساتھ نقد و جرح اور احتساب فرماتے ہیں! دین کے معاملہ میں وہ شدید غیرت مند واقع ہوئے ہیں۔

احناف نے شریعت کی بعض باتوں کو مخالف قیاس قرار دیا ہے مگر امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک شریعت کی کوئی چیز قیاس سلیم کی مخالف نہیں ہے! اس کے ثبوت میں فاضل مصنف نے بعض فقہی مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے کس دقت نظر اور ذہانت و بصیرت کے ساتھ ان مسائل کو عقل و قیاس کے عین مطابق ثابت کیا ہے۔

"اقتباسیہ" کے تحت مولانا محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:۔

"۔۔۔ اس لئے بھی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اب تک بھی فقہ و عقائد میں ان (ابن تیمیہؒ) کی حلقہ بگوش ہے" (ص ۲۳)

حیرت ہے کہ مولانا حنیف بھوجیانی نے اس عبارت پر نقد و جرح کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی، اس سے صاف طور پر یہ مطلب نکلتا ہے کہ "اہل حدیث" اور حنابلہ فقہ و عقائد میں امام ابن تیمیہ کے مقلد (حلقہ بگوش) ہیں!

اس کے بعد مندرجہ ذیل عبارت کو ملاحظہ فرمائیے:۔

"پس صورت مسئلہ یہ ہے کہ عامی اصول استنباط سے ناواقف ہوتا ہے اور طریق استدلال نہیں جانتا لہٰذا اسے دلیل کی بجائے رجال کی پیروی کرنی چاہیئے۔" (ص ۵۵)

اس صاف اور واضح عبارت کی شرح و تفسیر کی محتاج نہ تھی مگر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب نے اس کا مفہوم یوں واضح کیا ہے۔

"یعنی براہ راست ٹامک ٹوئیاں مارنے کے بجائے صاحب علم اور اہل حضرات سے با دلیل مسئلہ دریافت کرے۔"

اسے کہتے ہیں بہت دُور کی کوڑی لانا!!

تقلید در اصل "اعتماد" کا نام ہے، اور اس قسم کی تقلید کو امام ابن تیمیہ بھی تسلیم کرتے ہیں، اور اہل حدیث یا غیر مقلدین بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ ۔۔۔۔ وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مقلد ہی ہوتے ہیں! ہاں! تقلید کی ایسی شدت جو

معراز حدیث چہ کار، قول ابو حنیفہ بیار۔ (معاذ اللہ)

تک پہنچ جاتے، مذموم ہے! اسی جامد تقلید کا ابن تیمیہ نے رد فرمایا ہے اور مولانا امین احسن اصلاحی کے بقول امام ابن تیمیہ نے تقلید کے قلعہ پر اس شدت سے حملے کئے ہیں کہ اُس کی فصیلوں میں رخنے ڈال دیئے ہیں۔

پروفیسر ابو زہرہ امام ابن تیمیہؒ کے بہت بڑے عقیدت مند اور مداح ہیں، ان کو فقہ میں مجتہد منتسب مانتے ہیں مگر انھوں نے کہیں کہیں ابن تیمیہؒ کی رائے سے اختلاف بھی کیا ہے ـــ مثلاً "آیات متشابہات" کی تاویل کے ذیل میں وہ امام غزالیؒ اور امام ابن تیمیہؒ

کے افکار و خیالات پیش کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں۔

"..... فہم متشابہ میں امام ابن تیمیہؒ کا طریقہ ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں ہے کیوں کہ وہ بہرحال تشبیہ و تجسم کی طرف راغب کرتا ہے، خاص طور سے عوام کا جہاں تک تعلق ہے، وہ تو اس وہم سے اپنا دامن کسی طرح بچا ہی نہیں سکتے۔ البتہ امام غزالیؒ کا طریقہ بلاشبہ ہمارے لئے بہت زیادہ قابلِ قبول ہے کیوں کہ فکر صائب سے قریب تر ہے۔"

امام ابن تیمیہ متشابہات کی تاویل نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو ید، وجہ، ساق اور نزول و استوار کے معنی الفاظ و اسمار بیان فرمائے ہیں، امام موصوف اُن کی تاویل سے گریز کرتے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے لئے "ید" کی صفت استعمال فرمائی ہے تو اللہ کا "ید" یقیناً ہے، مگر ہم نہیں جانتے وہ کیسا "ید" ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ ہی کے شایانِ شان ہوگا، بندوں کے ہاتھ پر اُس کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

مگر علمارِ اُمت کی اکثریت ان اسمار و الفاظ کی تاویل کرتی ہے ـــــ یہ کہ "استوار علی العرش" سے مُراد و مقصود غلبہ اور استیلا ہے۔ "ید" سے مقصود و مفہوم "قدرت" ہے! جیسے اُردو میں بولتے ہیں ـــــ

"فلاں بادشاہ اُس کے وزیر کی مٹھی میں تھا"

ہم اُردو زبان سے کہنے والے یہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ بادشاہ پر وزیر اتنا حاوی تھا کہ بادشاہ ہر کام اُسی کی مرضی اور منشار کے مطابق کرتا تھا اس عبارت کی یہ ترجمانی کتنی عجیب لگتی ہے ـــــ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ وزیر کی کیسی مٹھی تھی، اور بادشاہ اُس مٹھی میں کس طرح سما گیا!

اسی کتاب میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی حنبلؒ سے ایک روایت درج کی گئی ہے۔

"ایک مناظرہ میں حریف مقابل نے مجھ پر حُجت لاتے ہوئے کہا، قیامت کے دن سورۂ بقر اور سورۂ تبارک (حسب نص) آئیں گی، میں نے جواب دیا، یہ سورتیں نہیں آئیں گی، اُن کا ثواب آئے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (تیرا رب اور فرشتے صف بہ صف (قیامت کے دن) آئیں گے) یہاں خدا کے آنے سے مطلب یہ ہے کہ اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت ظاہر ہوگی"۔ [1]

مگر امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آنے سے مُراد اس کا سچ مچ آنا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے نزول و استوار اور ید و وجہ ۔ ۔ ۔ کا تعلق ہے، اس قبیل کے قرآنی الفاظ و اسمار کی تاویل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ حنابلہ اور (بعض یا اکثر اہلِ حدیث و ظاہریین) کے علاوہ جمہور اُمت تاویل کو جائز سمجھتا ہے ـــــ مثلاً قرآن کریم کی آیت ہے ـــــ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اور نہیں زمین پر کوئی پاؤں دھرنے والا مگر اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی چوٹی!

(سورہ ہود، رکوع ۵)

کیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سچ مچ ہاتھ ہے اور وہ ہاتھ ہر جاندار کی چوٹی پکڑے ہوئے ہے؟ "ناصیۃ" پیشانی کے بالوں کو کہتے ہیں۔ حالانکہ کروڑوں جانداروں کی پیشانیوں پر سرے سے بال ہی نہیں ہیں اور بہت سے آدمی بھی اصلع و گنجے ہوتے ہیں، اس صورت میں اگر قرآنی آیت کے لفظوں کی تاویل نہ

[1] مولانا محمد عطار اللہ حنیف صاحب نے اس پر ایک نوٹ دیا ہے۔ "مگر امام احمد سے روایت ثابت نہیں" [2] تاویل کی ایک اور مثال، سورہ یوسف میں ہے "فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي" میں "وجہ" سے حضرت یعقوبؑ کا چہرہ نہیں بلکہ اُن کی مہربانی اور توجہ مراد لی جائے گی۔

کی جاتی، تو قرآن کریم پر (معاذ اللہ) ایک بات کے خلاف واقعہ ہونے کا الزام آتا ہے ـــــــ اس لئے اس آیت کی مفسرین اور راسخون فی العلم کی غالب اکثریت نے یہی تاویل کی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہر جاندار کی چوٹی ہے"۔ قبضہ اور تصرف مراد ہے، کسی کی مجال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار سے نکل سکے، اور کوئی جاندار اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ "سیف من سیوف اللہ" ہیں۔ بلا کیا خالدؓ واقعی تلوار کی طرح لوہے سے بنے ہوئے تھے، یا اسلام لانے کے بعد جہاد کرتے کرتے سچ مچ فولادی تلوار بن گئے تھے! یہاں سیف اللہ سے خالدؓ کی شجاعت، جذبہ جہاد، تیغ زنی، اور کافروں کا قتال اور ان کے ان کارناموں کا اعتراف و قدر شناسی مراد و مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کے استواء، نزول، ضحک، نفس، ید، ساق، وجہ۔۔ کی جس نے تاویل کی اس نے اللہ تعالیٰ کی شان تنزیہہ کے تقاضے کو پورا کیا اور جس نے تاویل سے گریز کر کے الفاظ کے ظاہری مفہوم ہی پر حصر کیا، اس نے پوری نیک نیتی اور خدا ترسی کے باوجود اللہ کی ذات کے بارے میں تشبیہ و تجسم کا وہم پیدا کر دیا (سبحان اللہ عما یصفون)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی بھی امام ابن تیمیہ کے ان مسائل میں متفق ہیں، انھوں نے لکھا ہے ـــــــ "بخلاف اس کے سلف صالح سب نصوص استواء علی العرش وعلو کے معانی پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ عرش کے اوپر ساری مخلوق سے الگ اور علماً سب پر محیط ہے اس علو واحاطہ کی کیفیت انسانی عقل سے باہر ہے، والکیف مجہول والاستواء معلوم" (ص۴۱۳)

جس فکر و عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے حلول، اتحاد، تجسم اور تشبیہ کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے، ہم اس فکر و عقیدہ سے اپنی برأت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں!

امام ابن تیمیہ کسی مسئلہ کو "اجماعی مسئلہ" کس صورت میں کہتے ہیں:۔

> "بہرحال امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک کسی مسئلہ کو علماء کا اجماعی مسئلہ اس وقت کہا جا سکتا ہے، جب یہ پتہ چل جائے کہ سارے عالم اسلام میں ہر عالم کی رائے اس سے متفق ہو۔ (صفحہ ۶۸۸)

اگر واقعی "اجماع" کے بارے میں ابن تیمیہؒ کی یہی رائے ہے، تو بڑی مبالغہ آمیز رائے ہے، اس شرط کے ساتھ کہ سارے عالم اسلام کا ایک عالم بھی کسی اجماعی مسئلہ میں اختلاف کا اظہار نہ کرے، بہت دشوار ہے اور اس کڑی اور ناقابل عمل شرط کے ساتھ "اجماع" واقع ہی نہیں ہو سکتا۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے تمام فضل و کمال کے ساتھ بہرحال انسان تھے فرشتہ نہ تھے، ان سے بھی فکر و رائے کی غلطیاں ہوئی ہیں! اس کتاب میں فاضل مصنف نے کہیں کہیں امام موصوف کے افکار سے اختلاف ظاہر کر کے، حق شناسی اور حریت فکر کا ثبوت دیا ہے! مثلاً زیارت قبر نبیؐ کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ نے جس ضرورت سے زیادہ شدید احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے، اس پر مولانا محمد ابوزہرہ نے گرفت کی ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے محتاط انداز میں بڑی اچھی بات کہی یعنی تنقید کی کہ امام ابن تیمیہؒ کی اس رائے میں بڑا تکلف پایا جاتا ہے کہ کوئی مسلمان مسجد نبویؐ کی زیارت کے لئے سفر کرے اور اپنے ذہن میں روضۂ رسولؐ کی زیارت کا تصور و خیال نہ آنے دے، حالانکہ جب بھی کوئی مسلمان مدینہ جانے کا قصد کرے گا تو مسجد نبویؐ کے ساتھ روضۂ رسولؐ کی زیارت کا تصور آئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا، اور اس تصور کا ذہن میں آنا، ذرہ برابر بھی معیوب بات نہیں ہے!

منہاج السنہ میں علامہ ابن تیمیہؒ نے واقعہ کربلا کے سلسلہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی جو توجیہ کی ہے اس سے بھی اتفاق نہیں کیا جا سکتا، ابن تیمیہؒ کی اس توجیہ سے "ناصبی" پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں! رفض کی طرح خارجیت اور ناصبیت بھی ضلالت کا مسلک ہے کوئی شک نہیں، امام ابن تیمیہؒ نے شرک، بدعت اور عجمی تصوف کے رد میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ ان کی سیرت اور شخصیت

کا سب سے زیادہ نمایاں رخ اور روشن پہلو ہے! حامیٔ کتاب و سنت اور ماحیٔ شرک و بدعت کا لقب امام موصوف کو کتنا زیب دیتا ہے اور یہ خلعت ان کے قامت موزوں پر کس قدر ٹھیک آتا ہے۔ (اللّٰھم کثر امثالہ، رحمۃ اللہ علیہ)

مکتبہ سلفیہ نے اس بلند پایہ کتاب کو شائع کر کے دراصل ایمان و یقین کی شمع روشن کر دی ہے، ادبی اعتبار سے بھی اس کتاب نے اردو کے سرمایہ میں اضافہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ مصنف، مترجم، حاشیہ نگار اور ناشرین کو اس کا دارین میں اجر عطا فرمائے گا۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء